شروع کر دیتے ہیں۔

تضمین غزل خواجہ نظامی سکندر نامے کی داستانوں کے آخر میں دو چار شعر خیالی ساقی کی مخاطبت میں لکھتے اور اس سے بادہ و پیمانے کی خواہش کرتے ہیں خسرو نے سلطان کیقباد کے اصلی ساقی و مغنی سے کام لیا ہے اور اسی کے ساتھ ایک حالیہ غزل بھی تضمین کی ہے۔

مثنوی میں غزل کا اضافہ:۔

دو تین غزلوں کے اشعار تو اصل قصے کے ضمن میں ہم لکھ چکے ہیں چند دیگر غزلوں کے چیدہ اشعار مع ساقی نامہ و مغنی نامہ یہاں نقل کرتے ہیں:۔

۱۔ فصل دے یعنی موسم سرما کی صفت کے بعد ایک غزل اپنے حسب حال کہی ہے جس کے مقطع میں حسن طلب بھی ہے:۔

چاکر او گشتہ سکندر بہ رزم ساقیِ او خضر بہنگام بزم

بندہ زیادش بہ حال شاد دیں غزل از حالِ منش دا دیاد

غزل

شد ہوا گرم کنوں آتش و خرگاہ کجاست بادۂ روشن و رخسارۂ دل خواہ کجاست؟

آتش اینک دل و می گریۂ خونین تن من خرگہ گرم و لے ماہ بخرگاہ کجاست؟

کتنا مضمون اس شعر میں کھپایا ہے! یعنی میرا دلِ سوختہ آگ بن گیا ہے اور خون کے آنسو میرے لئے بجائے شراب ہیں اور میرا جسم گرم خیمہ کی مانند ہے مگر افسوس ہے

کہ اس خیمہ کے اندر معشوق ما ہرو نہیں ہے۔

دی ہمی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید بجاے ۔۔۔ گفت یا رب کہ کجا پاے نہم؟ راہ کجاست

(وہ کل جاتا تھا اور بہت سی آنکھیں فرش رہ بنگئی تھیں۔ بولا "خدایا! کہاں پاؤں رکھوں؟

ان آنکھوں کے ہجوم میں تو رستہ ہی نہیں ملتا!")

مصرعۂ آخر میں جو تعجب ظاہر کیا ہے وہ نہایت پر لطف ہے ۔

ماہِ من! کور شد ایں دیدہ ز بیداریِ شب ۔۔۔ آخر از زلف نہ پرسی کہ سحرگاہ کجاست؟

(صبح کے انتظار میں رات بھر جاگتے جاگتے ہماری تو آنکھیں پھوٹ گئیں۔ آخر تو اپنی زلف سے

کیوں نہیں پوچھتا کہ وقتِ سحر کہاں ہے؟ (یعنی) تیری زلفِ سیاہ نے یہ اندھیر ڈال رکھا ہے وہ

سرکے اور تیرا رخِ تاباں کھلے تو صبح نمودار ہو)

عزمِ حج دارد خسرو ز پے توبۂ عشق ۔۔۔ توشۂ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست؟

(خسرو کا ارادہ یہ ہے کہ حج کو جائے اور وہاں جا کر عشق سے توبہ کرے۔ لیکن زادِ راہ تو یہی غمِ دل

ہے (اس سے کیا گزارہ ہوگا) کوئی یہ تو بتاؤ کہ بارگاہِ سلطانی کہاں ہے؟ (وہیں سے کچھ مانگ لونگا)

۲۔ جب کیقباد کے لشکر کی تیاری ہو رہی تھی :۔

جملۂ عالم بوفا جوئیش ۔۔۔ خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش

ایں غزل از مطربِ زوں اصول ۔۔۔ یافتہ در گوشِ ہمایوں قبول

غزل

سوارِ چابکِ من باز عزمِ لشکری دارد ۔۔۔ دلِ من بردیار۔ امسال باجاں داوری دارد

من اندر خاکِ میدانش لگدکوبِ ستم گشتم ۔۔۔ ہنوز آں شہسوارِ من سرِ جولاں گری دارد
مسلماناں! نگہدارید بیچارہ دلِ خود را ۔۔۔ کہ تیر اندازِ من مست ست و کیشِ[1] کافری دارد
تو ئی دیوانہ وش جاناں کہ داری سایۂ گیسو ۔۔۔ دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیب پری دارد
مرا چوں صید خود کردی شفاعت میکند جانم ۔۔۔ نمی گویدمکش" لیکن سخن در لاغری دارد
بہ بدنامی بر آمد نامِ خسرو گر پئے دیدہ ۔۔۔ نہ نیک تر دامنی دارد کہ صد دامن تری دارد

تر دامنی کے معنی ہیں گناہ ۔ اسی لفظ کو اُلٹ کر مقدارِ گناہ ظاہر کی ہے اور یہ کمالِ سخنوری ہے ۔

۳ ۔ موسم خزاں کی صفت کے بعد ؎

چنگ نوازِ بہ ہوا سر کشید ۔۔۔ چنگ نوازندہ نوا بر کشید
گفت بر آہنگِ نمط[2] ہائے تنگ ۔۔۔ ایں غزلِ نغز بر آوا زِ چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگِ گلِ گلزار برفت ۔۔۔ سرخ روئی ز رخِ لالہ و گلنار برفت

(پت جھڑ کا موسم آگیا ۔ گل و گلزار کا سامان رخصت ہوا ۔ لالہ اور انار کے پھولوں کی سُرخی جاتی رہی)

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند ۔۔۔ صبر ہر چند کہ بود اندک و بسیار برفت

(اگرچہ دل کا خون بہت نکل چکا ۔ پھر بھی تھوڑا باقی ہے ۔ لیکن صبر تھوڑا بہت جو کچھ تھا وہ سب جاتا رہا یعنی بالکل نہیں رہا)

---

[1] کیش، مذہب و تیردان ۔ اس دوسرے معنی سے ایہام کیا ہے ۱۲ [2] نمط ہائے تنگ راگ کے باریک پردے ۱۲

ہر چہ از عقل فزوں شد ہمہ عمرم جو جو — اندریں غارتِ غم۔ جملہ بیک بار برفت

(عقل کا سرمایہ جو کچھ میں نے عمر بھر میں تھوڑا تھوڑا کر کے جوڑا تھا اس غم کی لوٹ میں دفعتہً سب غارت ہو گیا)

۴۔ صفتِ بہار کے تحت میں۔

شاہ دریں فصل بعشرت گری — با گل و بلبل بطرب گستری

مطربِ بلبل نفس از نغمہ مست — دیں غزلش بردہ بسے دل ز دست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش — وقتے[1] ست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش

در باغ با ترانۂ بلبل دریں ہوا — مستی خوش ست و بادہ خوش ست و خمار خوش

مائیم و مطربے و شرابے و محرمے — جائے بزیرِ سایۂ شاخِ چنار خوش

اے باد! کاہلی مکن سوئے دوست رو — مارا مکن بآمدنِ آں نگار خوش

ذیل کے قطعہ بند اشعار میں بادِ صبا سے درخواست ہے کہ "تو میرے دوست کے پاس جا اور اس کو بلا کر لا"

چیزے دگر مگوے وہمیں گو کہ در چمن — سبزہ خوش ست و آب خوش و جویبار خوش

گر خوش کند ترا بحدیثے کہ باز گرد — بیشش مکن دبیار۔ مشو زینہار خوش

(اگر میرا محبوب تجھکو بات بنا کر خوش کر دے اور کہے کہ واپس جا تو ہرگز خوش نہ ہونا۔ بلکہ اس کو

---

[1] یہ جملۂ دعائیہ ہے یعنی اس کو خوش حالی نصیب ہو فعل (باد) یہاں سے محذوف ہے مثلاً "اے وقت تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی"

اپنے آگے آگے لانا)

در بینیش کہ مست بود خفتنش مدہ ‏ ‏ ‏ ہم ہمچنانش مست بنزدِ من آر خوش

من مستِ خوش حریفی اویم کہ آں حریف ‏ ‏ ‏ سرخوش خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش

سروِ پیادہ خوش بود اندر چمن ولیک ‏ ‏ ‏ آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش

از وے خوش ست برشکنی ہا براہِ ناز ‏ ‏ ‏ وز خسروِ شکستہ فغاں ہاے زار خوش

۵- جس روز اسیران مغل کا قتل ہوا ہی اور بادشاہ نے جشن منایا ہی یہ غزل اس قصّے کے ذیل میں تضمین کی ہی اور اشعار کا مضمون مقتولین کی زبان سے ادا کیا ہے۔

نورِ نشاط از افقِ جام تافت ‏ ‏ ‏ شہ زمے و مے ز لبش کام یافت

باد ہمہ وقت بشادی و ناز ‏ ‏ ‏ بادہ کش و خصم کش و بزم ساز

گفت ہمی زہرہ بربط زنش ‏ ‏ ‏ ایں غزلِ تر ز زبانِ منش

غزل

تیغ برگیر تا ز سر برہم ‏ ‏ ‏ تیر بکشاے کز نظر برہم

آشکارا بکش کہ تا بارے ‏ ‏ ‏ ہم ز سر ہم ز دردِ سر برہم

وہ کہ شب در میاں کنم ہردم ‏ ‏ ‏ از تو روزے کہ اے پسر برہم

(اے لڑکے! جس روز تیرے ہاتھ سے بچ جاتا ہوں تو یہ کہتا ہوں کہ اب تو شب درمیان ہے

لہ سرخوش جس کو تھوڑا نشہ ہو۔ مست جس کو ذرا زیادہ نشہ ہو۔ بیے مست جس کو بہت زیادہ نشہ ہو ۱۲

ٹہ سرو پیادہ چھوٹے قد کا سرو ۱۲ ‏ ٹلہ برشکنی۔ مونھ پھیرنا۔ روٹھ جانا ۱۲

(یعنی اس وقت تو رہائی ملی) کل کی بات کل دیکھی جائیگی]

غمِ خسرو بگو ہمیت کہ اگر   از رقیبانِ بے ہنر برہم

۶- جب خان جہاں مغلوں کو ہزیمت دے کر لاہور کی طرف سے واپس آیا ہی اور کیقباد کو فتح کا مژدہ سُنایا ہی اُس موقع پر یہ غزل تضمین کی ہی-

زاوّلِ روزش بطرب تا بشام   دور نشد مے زکف ولب زجام

گاہ بہر جرعہ گہرمی فشاند   گاہ بہر زمزمہ زرمی فشاند

{کبھی شراب کے ایک گھونٹ پر کبھی راگ کے ایک ترانے پر لوگوں کو زر و جواہر انعام دیتا تھا]

عمرِ ابد باد بعیش اندرش   ویں غزل اندر لبِ خنیاگرش

غزل

دوش ناگہ بمنِ دل شدہ آں مہ برسید   دل بمقصودِ خود المنۃ للہ برسید

آمد آں روشنیِ چشم و باستقبالش   مردمِ دیدہ دواں تا بسرِ رہ برسید

آمد آں سادہ زنخ- برمنِ بیہوش زدآب   بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید

گریہ بر سوزِ منش آمد و بر سوختگاں   ایں چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برسید

خسروا گر بسد ابلہ بہشت ایں چہ عجب   عجب آں ہیں کہ بہشتے تو ابلہ برسید

مقطع کے مصرعۂ اولیٰ کا مضمون اس حدیث سے ماخوذ ہی اھل الجنۃ بلہ یعنی اکثر اہلِ بہشت بھولے بھالے آدمی ہونگے-

مصرع ثانی بادشاہ کی حالت کے مناسب ہی کہ نہ کہیں دشمن پر چڑہائی

کی نہ جنگ میں شریک ہوا۔ خدا نے گھر بیٹھے اُس بے وقوف بادشاہ کو فتح کی مسرت نصیب کی۔

۷۔ کیکاؤس اور کیقباد کی ملاقات کے بیان میں یہ غزل تضمین کی گئی ہے

ہر چہ بہ مجلس غزلِ تر زدند جملہ بنامِ شہِ کشور زدند
بر درِ او مطربِ فرخندہ فال دور مبادا ز غزل و از غزال[۱]
با خوشیِ دل چو شود بادہ کش زیں غزلم گوش گرایش خوش

غزل

بباغ سایۂ بیدست و آب در سایہ ازیں سپس من و جاناں و خواب در سایہ
بسایہ خفتہ بدم دوشے کہ یار آمد و گفت چہ خفتہ کہ رسید آفتاب در سایہ
چو پیلۂ بند تو شد جان در آفتاب مگیر مسوز جانم و باز آفتاب در سایہ
بگفتِ خسرو یکتائے زلف تا شنید حریف و مطرب و چنگ و رباب در سایہ

۸۔ جس دربار میں ناصر الدین اور کیقباد کی ملاقات ہوئی ہے اُس بیان کے آخر میں :۔

چنگیِ او عقل فزائے جہاں عاقلۂ عیش و نشاطِ شہاں
ایں غزل از تارِ ترنم سرائے در سرِ او یافتہ چوں عقل جائے

---

[۱] غزال۔ جوان رعنا ۱۲

غزل

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد　　آرزو مندِ نگارے بہ نگارے برسد

لذتِ وصل ندانند مگر آں سوختہ　　کہ پس از دوریِ بسیار بیارے برسد

قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر　　کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد

خسروا! یارِ تو گرمی نہ رسد خود میگو　　بہرِ تسکین دلِ خویش کہ "آرے برسد"

۹۔ ناصرالدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں :۔

بادلِ آئینہ اسکندر شش　　ق　　بادۂ خوں رنگ صفا پرورشش

دادمرا ایں غزلِ پر خیال　　بردلِ چوں آئینۂ او جمال

غزل

ز سرِ کرشمہ یک رہ گزرے بسوے من کن　　بعنایتے کہ داری نظرے بروے من کن

من از آرزوت مردم دلت ار چہ نیست با من　　بتکلف ار توانی شبے آرزوے من کن

منم و دلے و دردے ز غمت چو ناتوانان　　بزکوۃِ تندرستی گزرے بسوے من کن

۱۰۔ کیقباد نے ایک دن مجلسِ نشاط دھوم دھام سے آراستہ کی ہے :۔

شاہِ گراں سر ز مَےِ خوش اثر　　بادہ مبادا ش گرانی بسر

دست بیک زخمۂ مطرب برود　　عود گراں سر بنواے سرود

مجلسِ او زیں غزلم گشت مست　　مست دگراں سر شدہ ہر کس کہ ہست

غزل

آفتِ زہد و توبہ شد تُرکِ شراب خوارِ من | یار گر او ست کے بود توبہ و زہد یارِ من؟
چوں تو سوار بگزری دیدہ گہر فشاں کنم | خواہ قبول و خواہ رد سیت بجزیں نثارِ من؟

۱۱۔ خاتمہ مثنوی کے آخر میں :۔

در نظرِ شاہ مبادا کہن | ایں غزلم ختم بریں شد سخن

غزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می بَرَد؟ | پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می بَرَد؟
ایں خطِ پر ز مہر۔ بدلبر کہ می دہد؟ | ویں دردِ سر بمہر بدرماں کہ می بَرَد؟
مائیم و شرطِ بندگیش با ہزار شوق | ایں بندگی بحضرتِ ایشاں کہ می برد؟
گفتم بباد۔ گفت کہ "دیوانہ گشتۂ" | اندوہِ مور پیشِ سلیماں کہ می برد؟
گفتی "نگاہدار بفرمانِ خویش دل" | "دارم۔ ولے بگوے کہ فرماں کہ می برد؟
دردا کہ دل زخسروِ بیچارہ می رود | واگاہ نے زبردنِ دل آں کہ می برد

مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند

غالباً مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند لگانا حضرت خسرو نے بھاشا کی شاعری سے اخذ کیا ہی۔ حضرت کو بھاشا کی شاعری میں بھی ایسی ہی دستگاہ تھی جیسی کہ فارسی شاعری میں۔

بھاشا کا شاعر آغازِ داستان میں ایک دوہا یا چوپائی یا چھند لاتا ہی اور ختمِ داستان پر کبھی کبھی سورٹھا موزوں کرتا ہی اور اس رنگارنگی سے اُس کا مقصد

تفنن طبع ہو کہ ایک ہی مضمون پڑھتے پڑھتے جی اُکتا نہ جائے۔

حضرت امیر خسرو نے آغاز داستان کے لئے قصیدہ کا شعر اور خاتمے پر غزل کا التزام کیا ہو ہمارے نزدیک یہ جدّت طرازی نہایت پر لطف و بامزہ ہو مگر اس کی تقلید یک فنے شاعر کا کام نہیں۔ جو شاعر مثنوی، قصیدہ اور غزل اِن ہر سہ اصناف میں ید طولیٰ رکھتا ہو وہی خسرو کی تقلید کر سکتا ہو علاوہ بریں حضرت خسرو کو اس مثنوی کا ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہو کہ ساقی و مغنّی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاج تکلف نہیں۔ بلکہ اُس کی بزم عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہو۔ انوری کی طرح خسرو کو یہ شکایت ہرگز نہ تھی کہ

نیست معشوقے سزاوارِ غزل

وصف اشیا اِس مثنوی کی تیسری خصوصیت یہ ہو کہ اصل قصہ کے ضمن میں اشیا کی وصف نگاری موقع بموقع اتنی کی گئی ہو کہ اُن اوصاف کا حجم اصل قصہ سے بھی زیادہ ہو گیا ہو۔ اس کا اندازہ ذیل کی فہرست سے بخوبی ہو سکتا ہو۔

فہرست

۱۔ صفت حضرت دہلی	۴۔ صفتِ حوض
۲۔ 〃 جامع	۵۔ 〃 مردم دہلی
۳۔ 〃 منارہ	۶۔ 〃 آتش

۷۔ صفت شہر نو و قصر نو
۸۔ 〃 فصل خزاں
۹۔ 〃 فصل بہاران
۱۰۔ 〃 موسم نوروز
۱۱ 〃 چتر سیہ
۱۲ 〃 〃 لعل
۱۳ 〃 〃 سپید
۱۴ 〃 〃 سبز
۱۵ 〃 〃 گل
۱۶ 〃 دورباش
۱۷ 〃 تیغ
۱۸ 〃 کمان
۱۹ 〃 تیر
۲۰ 〃 رایت لعل
۲۱ 〃 موسم گرما
۲۲ 〃 خربزہ
۲۳ 〃 کشتی

۲۴ صفت اسپاں
۲۵ 〃 شب
۲۶ 〃 شمع
۲۷ 〃 چراغ
۲۸ 〃 سیر بروج
۲۹ 〃 اختر و طالع
۳۰ 〃 بادہ
۳۱ 〃 قرابہ
۳۲ 〃 صراحی
۳۳ 〃 پیالہ
۳۴ 〃 ساقی
۳۵ 〃 چنگ
۳۶ 〃 رباب
۳۷ 〃 نائے
۳۸ 〃 دف
۳۹ 〃 { پردہ
{ پردہ شناسان

۴۰ صفت مائدہ خاص

۴۱ " بیرہ تنبول

۴۲ " نغمہ گری زنانِ مطربہ

۴۳ " تاجِ مکلّل

۴۴ " تخت

۴۵ " پیل

۴۶ صفت صبح کلاہ سیاہ چتر سپید

۴۷ " چشمۂ خورشید

۴۸ " موسم باراں

۴۹ " قلم

۵۰ " محبرہ (یعنی دوات)

۵۱ " کاغذ

امیر صاحب کو یہ خیال تو پہلے سے مرکوزِ خاطر تھا کہ اشیا کی وصف نگاری کریں اور اس کا نام بھی مجمع اوصاف تجویز کرلیا تھا۔ اب کیقباد کی فرمائش ہوئی تو یہ قصہ نہایت مختصر۔ اس میں اتنا پھیلاؤ ممکن نہ تھا کہ ایک معقول مثنوی مرتب ہو سکے۔ کوئی عام دلچسپی کا سامان بھی اس قصہ میں نہ تھا۔ لہذا خسرو نے اس مثنوی کو وصف نگاری کے ذریعہ سے نگارستان بنادیا کہ شاہ و گدا سب کے لئے موجب انبساطِ خاطر ہو۔

دلّی اور دلّی کی عمارات کا، ہندوستان کے موسموں، پھولوں، پھلوں جانوروں اور اُس زمانے کی شاہی محفلوں کے تکلفات کا ذکر ہمیشہ کے لئے

ایک دل آویز مضمون ہی اس کارنامے پر حضرت خسرو نے جو فخر کیا ہی بجا ہی:-

آنچہ ز سرجوشش دلِ نقشبند
موے بمویش بہ ہنر بیختم
وصف نہ زان گونہ شد از دل بروں

معنیِ نو بود و خیالِ بلند
پختہ و سنجیدہ درو ریختم
کان دگرے را بدل آید کہ چوں

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:-

ہر صفتے را کہ برانگیختم
مور شدم بر شکرِ خویش و بس
نیست زکس لولوے لالاے من
نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست

شعبدۂ تازہ درو ریختم
ورنہ زدم دست بدامانِ کس
ژرف ببیں در تہِ دریاے من
زانِ کسے نیست از آنِ من ست

وصف نگاری کا نقص البتہ وصف نگاری کی وجہ سے یہ نقص پیدا ہوا کہ اصل قصہ کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہی۔ امیر صاحب نے اس نقص کو محسوس کیا اور خاتمہ میں اس کی معذرت اس طرح فرمائی ہے کہ اصل قصہ میں کچھ جان نہ تھی اس لئے وصف نگاری کی گئی مگر اس کی وجہ سے قصہ کی غرض فوت ہو گئی۔ یہ تکلف اس لئے کیا گیا کہ مثنوی میں ایک ندرت اور خوبی پیدا ہو۔ سو یہ عیب ایسا نہیں جس کو میں نے چھپایا ہو۔ بلکہ جو سب کہیں گے وہی میں خود کہتا ہوں:-

چوں سخن از لطف لباسے نداشت
کالبدش صورتِ جانے نداشت

وصف بران گونہ فرو راندہ ام — کز غرضِ قصہ فرو ماندہ ام
خالِ تکلف زدمش بر جمال — نغز نماید مگر اندر خیال
عیب چناں نیست کہ بنہفتہ ام — کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام
ہست امیدم کہ سخن پروراں — چوں نگرند از رہِ بینش دراں
عیب یکے نیست کہ جویند باز — چوں ہمہ عیب ست چگویند باز؟

اب وصف اشیا میں سے ہم "مشتے نمونہ از خروارے" پیش کرتے ہیں:-

صفتِ حضرتِ دہلی

حضرتِ دہلی کنفِ[1] دیں و داد — جنتِ عدن[2] ست کہ آباد باد!
ہست چو ذاتِ ارم[3] اندر صفات — حرسہا اللہ عن الحادثات
از تہ حصارش دو جہاں یک مقام — وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام
حصنِ برونش ز عالم بروں — عالم بیرونش بحصن اندروں
حصنِ درونش تو گوئی مگر — چرخ بزیرست حصارش زبر
قبہ اسلام شدہ در جہاں — بستۂ او قبۂ[4] ہفت آسماں
ساکنِ او جملہ بزرگانِ ملک — گوشہ بگوشہ ہمہ ارکانِ ملک
تختگہِ تاجورانِ بلند — گشتہ ز اقبالِ شہاں سربلند

---

[1] کنف۔ پناہ ۱۲ [2] نام ایک بہشت کا ۱۲ [3] ایک شہر تھا قوم عاد کا۔ اس شہر کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُہَا فِی الْبِلَادِ یعنی ارم ستونوں والا ہے جس کی مانند شہروں میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا ۱۲ [4] گنبد خیمہ ۱۲

صفت مسجد جامع

مسجدِ جامع کہ زفیضِ آلہ ‏ ‏ زمزمۂ خطبۂ او تا بماہ
آمدہ در روے زسپہرِ کبود ‏ ‏ فیض زبیک خواندنِ قرآں فرود
غلغلِ تسبیح بگنبد درون ‏ ‏ رفتہ زنہ گنبدِ بالا برون
ہر کہ سعادت بودش رہنماے ‏ ‏ بر درِ او سر نہد آنگاہ پاے

صفت منارہ

شکلِ منارہ چو ستونے زسنگ ‏ ‏ از پے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ
دیدنِ او را کلہ افگند ماہ ‏ ‏ بلکہ فتادش گہِ دیدن کلاہ
از پَے بر رفتنِ ہفت آسماں ‏ ‏ کردہ زمیں تا بفلک نردباں
مسجدِ جامع ز دروں چوں بہشت ‏ ‏ حوض زبیروں شدہ کوہر سرشت

صفت حوض

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ ‏ ‏ آب گہر صفوتہ و دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکندر صفات ‏ ‏ در سدِ کوہ۔ آئینہ زآبِ حیات

یعنی سلطان شمس الدین التمش نے یہ حوض مستحکم پہاڑ میں ایسا بنایا تھا گویا آبِ حیات کا آئینہ ہے ۔ یہ حوض حوضِ شمسی کہلاتا تھا:۔

شہر گر از روے بنود آب کش ‏ ‏ کس نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش
ور نخورد آبِ روے اندر زمیں ‏ ‏ کے بزمیں در نخورد آبِ چنیں

اس کا پانی زمین میں جذب نہیں ہوتا۔ ایسا پانی زمین میں جذب ہونے کے قابل کب ہے؟ اور یہ امر واقعہ ہے کہ پہاڑ کی وجہ سے اس حوض کا پانی زمین میں جذب نہیں ہوتا بلکہ بہکر جمنا میں جاگرتا ہے۔

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں — چوں تہش نیست زمیں آں چنیں
حوض نہ گویم کہ حبابے زنور — نورکزو دیدۂ بد باد دور!

اس کے بعد بغیر عنوان قائم کئے شہر کی صفت پھر شروع کردی ہے۔ اور اسی کے ضمن میں مردم شہر کی صفت ہے۔

صفتِ مردم شہر

مردمِ او جملہ فرشتہ سرشت — خوش دل و خوش خوے چو اہلِ بہشت
ہر چہ ز صنعت ہمہ عالم ست — ہست دراینشاں ز زیادت ہم ست
بیشتر از علم و ادب بہرہ مند — اہلِ سخن خود کہ شمارد کہ چند
ہر طرفے سحر بیانے نو ست — ریزہ چینِ کمترِ شاں خسرو ست
پنج ہزار از ملکِ نامدار — لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار

صفت فصلِ دے

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز — داد شب رشتہ بغایت دراز
روز چناں تنگ مجال آمدہ — کش بگہِ چاشت زوال آمدہ
بستنِ یخ بود بہر بوستان — گرچہ نہ بُد برف بہندوستاں

قطرہ کہ شد ز ابر چکاں بر ہوا | مہرۂ بلور شدہ در ہوا
ہر کہ شبے کرد گلیمے فراز | کردہ باندازۂ آں پا دراز
وانکہ ز اندازہ بروں برد پائے | سردیِ ایام نمودہ سزائے
گرم شدہ از مددِ جامہ مرد | مردم بے جامہ بجاں گشتہ سرد
دکدکِ دندانِ برہنہ تناں | چوں شغبِ چوبکِ[1] چوبک زناں

صفت آتش

آتش ازانجا کہ بدل جاے کرد | دود بر آمد زنفس ہاے سرد

یعنی چونکہ آگ نے دل میں جگہ کرلی ہی اس لئے ٹھنڈی سانس سے دھواں نکلتا ہی یہ حسن تعلیل ہی کہ سردی کے سبب سے جو منہ سے بھاپ نکلتی ہی اس کا سبب یہ قرار دیا ہی کہ دل میں آگ نے جگہ کرلی۔ اور دل میں جگہ کرنا کنایہ محبت والفت سے ہی۔

گرچہ زبردستِ عناصر[2] نشست | گشت بسرما ہمہ را زیر دست
پختہ از و گشت ہمہ دیگِ مرد | دیگ بسے پخت و بے خود نخورد
گاہ بہر خانہ وطن ساختے | گاہ بسے خانہ بر انداختے
خلق بہ پیشِ آتش و پنبہ زپس | خود بمیاں ماندہ چنیں دید کس؟

---

[1] چوبک ایک ڈنڈا اور ایک تختہ ہوتا تھا جس کو رات کے وقت چوکیداروں کا افسر اس غرض سے بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار ہوشیار رہیں۔ سو نہ جائیں ۱۲

[2] یہ قدیم خیال ہی کہ کرۂ نار سب سے بالا ہی۔ اس کے نیچے باد۔ اس کے نیچے خاک۔ پھر آب ۱۲

قصرِ نو و شہرِ نو

یہ وہ قصر اور شہر ہی جو کیقباد نے کیلو کھڑی میں جمنا کے کنارے تعمیر کرایا تھا:۔

قصرِ نہ گویم کہ بہشتے فراخ — روفتہ طوبے نے درِ او را شاخ
بامِ سفیدش بفلک سود سر — کرد بخورشید سفیدی اثر
آئینہ گشتہ زگچ صاف خشت — دیدہ درو صورتِ خود را بہشت
ہر چہ کہ در آئینہ بیند جواں — پیر دراں خشت بہ بیند ہماں

(یعنی اینٹوں پر ایسا چونہ گچ کیا گیا تھا کہ بہشت اس میں اپنی صورت دیکھتا تھا اور جو کچھ جوان آئینہ میں دیکھتا ہی بوڑھا آدمی اُن اینٹوں میں دیکھ لیتا ہی)

یہ ایک عام مثل ہی جس کو اس قصر کی اینٹوں سے مخصوص کردیا ہی۔ مثل یہ ہی "آنچہ پیر درخشتِ خام بیند جوان در آئینہ نہ بیند" اس مثل کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ تجربہ تو جھٹ پٹ بات کی تہ کو پہنچ جاتا ہی اور ناتجربہ کار غور کرنے سے بھی نہیں سمجھتا۔

ہر چہ کہ نقاش بیک سو کشید — عکس بدیوارِ دگر شد پدید
طرفہ عروسے شدہ آراستہ — آئینہ از آبِ رواں خواستہ

(یہ قصر و شہر نو تو بنی سنوری ہوئی دُلہن ہی اور جمنا کا پانی اُس کا آئینہ ہی یعنی جمنا میں اس کا عکس نمودار ہی)

صفت فصل خزاں

فصل خزاں چوں بچمن خانہ ساخت | باد رواں کرد بہ گلزار تاخت
جامۂ خود کردہ بنفشہ کبود | گشت چو صوفی برکوع و سجود
سوختہ از آتشِ خود لالہ زار | گشتہ درونش ز خزاں پر غبار
ہر شجرِ باغ ز سر تا بُنہ | ماندہ ز بے برگی خود برہنہ
نرگسِ بے دیدہ رواں کور روش | خار عصا بادِ خزاں کورکش
ریختنی کرد درختاں ز سر | گشتہ زمیں پُر ز درمہاے زر
بر زمیں افتادہ بسے نازنیں | لرزہ کناں بر سرِ شاں یاسمیں
گرچہ ز کہہ لالہ نہاں کرد سپے | لالہ نو ساخت شہ از جامِ مے
گرچہ چمن بود پر از برگِ زرد | شاہ زمیں دُرتہِ دینار کرد
گرچہ کہ بربست ہوا سیمِ آب | شاہ کشادہ از کف خود سیمِ ناب
از کرمِ شہ کہ عدو سوز بود | فصلِ خزاں موسمِ نوروز بود

صفتِ فصل بہاراں

فصل بہاراں کہ علم بر کشید | ابر سراپردہ بر اختر کشید
سکۂ گل چوں درمِ شہ زدند | سکہ بصد وجہِ موجہ زدند
جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش | غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش
گل ز کرم زر دہد آں را کہ جست | وز پے خود جامہ نسازد درست

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر — آہنِ او آب شد از تابِ مہر
ہر گلِ بالا کہ دہد بوستاں — بیشترے ہست ز ہندوستاں
ویں گلِ ہندی کہ چمن کرد راست — نے بخراسان کہ بعالم نہ خاست
کیورہ ہر برگ چو سیمِ سپید — عود ازو سوختہ چوں مشک بید
ماندہ چو در جامہ نسیمش مقیم — جامہ نماند کہ بماند شمیم
یک گلِ بیل و دہ دیگر دروں — گُل ز گُل و گُل ز گُل آمد بروں
مولسری خُرد و بُزرگ از ہنر — خُرد و بزرگ از ہنرش بہرہ ور
بوئے وے آں را کہ بمغز آرمید — بوئے دگر گل کہ تواند کشید؟
چند نہ در شہر کہ در روم و روس — جمع شود بر سرِ شاہ و عروس
طرفہ گل چنپہ بعالم کہ دید؟ — کانِ زمرد کہ زر آمد پدید
کشت ز سر شف گلِ زر وام داد (زرد رنگ ۱۲) — گل بزمیں گونہ زر وام داد (قرض کہ ۱۲)

ہجوِ مغل

جب کہ بادشاہ کے سامنے اسیرانِ مغل پیش کیے گئے ہیں تو اُس موقع پر حضرت خسرو نے مغلوں کی ہجو دل کھول کر کی ہے۔ اس کا سبب ظاہر ہے کہ مغلو نے اسلامی سلطنتوں کو برباد کیا تھا اور مدت ہائے دراز تک اُن کے متواتر حملے ہندوستان پر بھی ہوتے رہے اس لئے مسلمانوں کو اُس قوم سے سخت نفرت تھی۔

کافرِ تاتار بروں از ہزار | گرد دگر گونہ بر اشتر سوار
روے چو آتش کلہ از پشم میش | آتشِ سوزاں شدہ با پشمِ خویش
سر تراشیدہ ز بہرِ قلم[1] | زاں قلم انگیختہ خذلاں[2] رقم
رخنہ شدہ طشتِ مس از خشمِ جنگ | دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ
زشت تر از زنگ شدہ بوے شاں | پست تر از پشت شدہ روے شاں
چہرۂ شاں دبّہ[3] نم یافتہ | جاے بجا کنجلک[4] و خم یافتہ
بینیِ پُر رخنہ چو گورے خراب | یا چو تنورے کہ ز طوفانِ آب
موے ز بینی شدہ بر لب فراز | سبلتِ[5] شاں گشتہ بغایت دراز
کردہ زنخ شاں ز محاسن[6] کنار | اہلِ زنخ را بہ محاسن چہ کار؟
از شپشِ[7] شاں سینہ سپید و سیاہ | کاشتہ کنجد[8] بزمینِ تباہ
بر تنِ شاں از شپشِ بے شمار | پشت چو کیمخت شدہ دانہ دار
خوردہ سگ و خوک بدندانِ بد | ہر ہمہ دندانِ[9] خرد بے خرد
نیست عجب زاں ہمہ روہاے زشت | کایزد شاں ز آتشِ دوزخ سرشت
دیو سپید آمدہ ہر یک بروے | خلق بہ لاحول ز ہر چار سوے

---

[1] کاٹے جانے کے لئے ۱۲ [2] بے بہرگی - بے نصیبی ۱۲ [3] کپہ ۱۲ [4] سلوٹ ۱۲
[5] مونچھ ۱۲ [6] بال ۱۲ [7] جوں ۱۲ [8] تل ۱۲ [9] کنایہ ہے احمق سے ۱۲

صفتِ موسمِ گرما

ہر دم صبحے کہ دمادم گرفت | آتشِ خورشید بعالم گرفت
شب شدہ چوں روزنے اندر گداز | روز چو شبہائے زمستاں دراز
خلق کشاں در پئے سایہ رخت | سایہ گریزاں بہ پناہِ درخت
جانبِ سایہ شدہ مردم دواں | سایہ بدنبالۂ مردم رواں
خوں برگِ مرد زبوں آمدہ | خوے شدہ از پوست بروں آمدہ
پائے مسافر بہرہ گرم و دور | زآبلہ بر قبہ چونانِ تنور
زآتشِ گرما کہ شد از سر جواں | آہوے صحرا شدہ آہوے خواں
باد زنہ بادِ بدستِ ہمہ | وزدمِ او باد بدستِ ہمہ
بر سرِ ہر میوہ زتابِ تموز[1] | مرغ شدہ پختہ خورد خام سوز

صفتِ خربزہ

خربزہ گوئی کہ بصحرا و کشت | گوئے ربود از ثمراتِ بہشت
از مزہ گرد آمدہ درے نبات | خام خضر پختہ چو آبِ حیات

صفتِ کشتی

ساختہ از حکمتِ کار آگہاں | خانۂ گردندہ بگردِ جہاں
نادرۂ حکمِ خدائے حکیم | خانہ رواں خانگیانش مقیم

---

[1] وہ موسم جس میں آفتاب بہت تیز ہوتا ہے ۱۲

ماہِ نوے کاصل وے از سالِ خاست | یک نگشت بدہ سال راست
ہم چو کماں پُر خم و تیر از میاں (نامِ درخت ۱۲) | تیر ستادہ ست و کمانش رواں
پیشتر از مرغ پرد در کشاد | بیشتر از باد رود روز باد
گرچہ بدریا گزرد بیش و کم | آب نباشد مگرش تا شکم
بگزرد از آب و سوارش بخواب | غرق نگردد چو سوارانِ آب
با سبکی بار تواند کشید | از سبکاں بار کشیدن کہ دید؟

صفتِ اسپاں

تیز تگانے ہمہ تازی نژاد | چوں دمۂ[1] آتش و انبانِ[2] باد
تیز تگ و گوش چو پیکاں پدید | بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟
از ہنر آراستہ پا تا بفرق | گاہِ روش ابر، جستن چو برق
کوہ گراں لیک گراں سنگ نے | یک تگِ شاں جز بدو فرسنگ نے
از تگِ شاں پیکِ رہ صرصر زدہ | باد بدیوار سبے سر زدہ
آب رواں از پئے صحرا گشت | باد صبا از پئے گلگشتِ دشت
پیکرِ آں راہ نوردانِ پاک | بادِ مجسم شدہ بر روئے خاک
تیزی خنگانِ[3] محیط آزموں | آب بر[4] از فلکِ نیل گوں

۱؎ لوہاروں کی تانبے کی دھونکنی ۱۲ ۲؎ لوہاروں کی چمڑے کی دھونکنی ۱۲ ۳؎ سپید گھوڑا ۱۲
۴؎ کاوہ لگانے والا ۱۲

صفت بیرۂ تنبول

نادرہ برگے چو گلِ بوستاں — خوب ترین نعمتِ ہندوستاں
طرفہ۔ نباتے کہ چو شد در دہن — خونش چو حیواں بدر آید زتن
خوردنِ آں بوے دہن کم کند — سستی دنداں ہمہ محکم کند
سیر خورد۔ گرسنہ در دم شود — گرسنہ را گرسنگی کم شود

(شکم سیر شخص پان کھاے تو بھوک لگتا ہی اور بھوکا کھاے تو بھوک کو کم کرتا ہی)

سرخیِ رویش زسہ خدمت گرش — چونہ و فوفل شدہ رنگ آورش
گرچہ کہ آبش بنوی ہست بیش — کہنہ شود بیش کند آبِ خویش

(اگرچہ نئے پان کی آبداری زیادہ ہوتی ہی مگر پرانے کی آب اور بھی زیادہ ہوتی ہی)

برگ کہ باشد بدرختاں فراخ — زود شود خشک چو افتد زشاخ
برگِ عجب بیں کہ گسستہ زبر — از پسِ شش ماہ بود تازہ تر

صفت پیل

پیل چو کوہے کہ بود بے ستوں — چار ستوں۔ زیر کہِ بےستوں[۱]
پیچش خرطوم بسانِ کمند — اژدرے افتادہ زکوہِ بلند
در زمیں آنجا کہ سرا فراختہ — مار زسر۔ غار زپا ساختہ
کشتی عاج ست تو گوئی رواں — گشتہ دو گوشش زدو سو بادباں

۱؎ نام ہی ایک خاص پہاڑ کا ۱۲

روے چو در حملہ نہد گاہِ کیں | زآد میاں حاملہ گردد زمیں
چوں جرسش در روش آوازداد | گنبدِ گردندہ صدا باز داد
بانگِ بلندش زدہ بار عدکوس | ابرِ بلندش بقدم داد بوس

ق

ہست سہ چیز آنکہ چو آرند پیش | بیش کشد دل چو ببینند بیش
بوزنہ و طفلِ سخنگوے و پیل | دیدہ ام ایں را بتجارب دلیل

(یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو جتنا زیادہ دیکھو اتنی ہی دلچسپی زیادہ ہوتی ہے۔ بندر باتیں کرتا ہوا بچہ اور ہاتھی۔ مجکو یہ بات تجربہ سے ٹھیک ثابت ہوئی ہے)

مقاماتِ مثنوی شعرا کا دستور ہے کہ مثنوی کے بعض مقامات پر زورِ طبع صرف کرتے اور اپنے فن کا کمال دکھاتے ہیں مثلاً

حمد، نعت، معراج، مناجات، ثناے ممدوح، رزم، بزم، سراپا، وصال، فراق، چنانچہ خود مصنف نے بعض مقامات کی نسبت فخریہ کہا ہے۔

ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر | از خوے پیشانی و خونِ جگر
ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز | ہیچو بلالے ست ببانگِ نماز
ہر رقمِ نعت رموزش عجیب | چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب
ہر غزلے دستۂ عشاق کش | پیش کہ بکشد ز دروں پردہ پیش
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع | بلکہ گزشتہ ز سماواتِ سبع